میاں محمد مرغوب کا شعری شعور
("ستارے ٹانکتے رہنا" کے تخصیصی مطالعہ کے ساتھ)

ڈاکٹر رحمت علی شاد
پرنسپل! گورنمنٹ ڈگری کالج بوائز کیرٹاؤن ساہیوال

فرمان محمد شاہ
سکالر: پی ایچ ڈی اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور

Abstract:

The basic recognition and acknowledgment of Mr. Mian Muhammad Marghoob, the author of "Sitary Tankty Rehna" is as a preceptor. He was bestowed with the innate quality of describing his inner-self in rhyme. In this way, he has been amalgamating his taste of poesy and artistic values while imparting knowledge to the students. His verse bears traditional modes, intellectual civilization and excellence in thought, manner and taste. His poetic intellect and modes of poetry show such a height of harmony that most of his verses are the proof of his excellence in the art of metrical form of literature. Conscious effort and inspirations, both are evident in his verse. The ripeness and maturity of his imagination and artistic value are the proof of his paragon perfection in verse.

میری قسمت میں لکھا ہے ستارے ٹانکتے رہنا
طلوعِ صبحِ محشر تک مسلسل جاگتے رہنا۔(1)

شعری مجموعہ "ستارے ٹانکتے رہنا" کے خالق میاں محمد مرغوب کا آبائی وطن فرید کوٹ مشرقی پنجاب بھارت ہے۔ 1961ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اردو کیا۔ زمانۂ طالب علمی میں ڈاکٹر سید عبد اللہ، پروفیسر وقار عظیم، ڈاکٹر عبادت بریلوی، وحید قریشی اور غلام حسین ذوالفقار جیسی ادبی ہستیوں کی صحبت میسر رہی۔ شاعری کا ذوق بچپن سے تھا، سو ان شخصیات نے اس شوق کو مہمیز لگائی اور ان کے ادبی ذوق کو فیضان بخشا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد گورنمنٹ کالج جھنگ سے تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور اکتیس سالہ پیشہ وارانہ زندگی کے آخری اٹھائیس سال گورنمنٹ کالج ساہی وال میں گزارے؛ بطور استاد عمر کا ایک طویل حصہ گزارنے کے ساتھ ساتھ شعر و ادب کی چاشنی سے اپنے باطن اور تلامذہ کے ذوق کو دو آتشہ کرتے رہے۔

شاعری چوں کہ اظہار کا وسیلہ اور محبت کی زبان ہوتی ہے؛ جس کے ذریعے شاعر اپنے احساسات و جذبات اور تجربات کو پر اثر الفاظ کا پیراہن عطا کر کے پرِ تخیل لگا کر قارئین کے اذہان و قلوب تک پہنچانے کی سعی

کرتا ہے ؛اسی صورت وہ محض شاعر نہیں رہتا بلکہ اپنے عہد اور سماج کا ترجمان بن جاتا ہے؛ اسی روایت کے تسلسل کی صورت میں شاعری صدیوں واقعات و روایت کی امین بنتی ہے جو سینہ بہ سینہ سفر کرتی ہوئی آئندہ نسلوں کو اپنے اثر میں لیتی ہے۔ میاں محمد مرغوب کی شاعری بھی روایتی اسلوب میں گندھی ہوئی نظر آتی ہے جس میں انبساط و غم کا توازن، غزل کے علائم ورموز، روایتی اور تہذیبی وقار اور اخلاقیات جیسے موضوعات دکھائی دیتے ہیں۔

ان کی غزل کا جائزہ لیتے ہوئے عطاء الرحمٰن قاضی رقم طراز ہیں:

"میاں مرغوب کی غزل قاری کے لیے ایک خوش کن تجربہ اِن معنوں میں ہے کہ اِس میں انبساط و غم کا متوازن روپ دیکھنے کو ملتا ہے۔ کلاسیکی غزل کے علائم ورموز سے شناسائی نے اِن کی غزل میں ایک روایتی اور تہذیبی و قار پیدا کر دیا ہے۔ مابعد الطبعیات کے بجائے مابعد الطبعیات سے جنم لینے والی اخلاقیات ان کی غزل کا بنیادی حوالہ ہے"۔(2)

ان کی شاعری میں ماضی کی روایات اور موجودہ عہد کا رنگ و آہنگ پایا جاتا ہے۔ زندگی کی کیفیتیں، خیال کے زاویے، احساس کی کروٹیں اور رومانویت کے اثرات یہ سب مناظر اِن کی شاعری میں جابجا بکھرے نظر آتے ہیں۔ انفرادی زندگی کے نشیب و فراز ہوں یا اجتماعی حوادثِ زمانہ وہ مسلسل تحرک پسند جذبوں کی نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ وقت کے زیرِ اثر شدتِ جذبات میں بہت کچھ کہتے دکھائی دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

یہ مزاجِ وقت کے اسلوب کی ہیں کروٹیں
میں بہت کچھ کہہ گیا ہوں شدتِ جذبات میں۔(3)

آج بھی اردو ادب میں غزل کی اہمیت سے سرِ موانحراف ناممکن ہے۔ غزل کے اسلوب نے شاعری کی ہر صنف کو متاثر کیا۔ بہت سے دیگر شعرا کے کلام میں نظموں میں بھی غزلوں کا لب و لہجہ اور تراکیب حاوی ہیں کیونکہ غزل ایک جامع صنفِ سخن ہے جس کے ذریعے اپنے عہد کی ترجمانی باآسانی کی جاسکتی ہے۔ میاں محمد مرغوب نے بھی غزل کے میدان میں اتر کر اپنے تجربات ومشاہدات کو اشعار کی صورت میں ڈھال کر غزل کے کینوس کو اور زیادہ وسعت دینے کی عمدہ کاوش کی ہے۔ ایک جگہ پر خلا کی وسعتوں اور لمبے سفر پر جانے کے حوالے سے بات کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

خلا کی وسعتیں زنجیرِ پا ہیں
کسی لمبے سفر پر جا رہا ہوں۔(4)

شعرا و ادبا، سماج کے حساس ترین افراد گردانے جاتے ہیں۔ وہ عمومی مشاہدات سے قطع نظر عام ڈگر سے ہٹ کر دنیا اور معاملاتِ دنیا کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان میں اچھا ادیب وہ ہوتا ہے جو اس دنیا کی افقی اور عمودی جہات کو کمال فنی تقاضوں کے ساتھ پیش کرے، اپنے وسیع مطالعے کی بدولت ان موضوعات کو اپنی تخلیق میں سموئے۔ میاں محمد مرغوب کے ہاں متنوع موضوعات اور کلام کی فنی و فکری پختگی کے حوالے سے سید ریاض حسین زیدی لکھتے ہیں:

> "آپ نے زندگی کے بارے میں اخلاص آفریں تصورات کو پیش کیا اور اپنے اشعار میں اسی صدق و صفا کی جلوہ گری کی۔ ان کا ہر شعر مثبت قطعی اور واضح مطلب کا حامل ہے۔ کہیں بھی فکری یا فنی بھول یا لغزش کا شائبہ تک دکھائی نہیں دیتا۔ وہ تغزل کو مجروح نہیں ہونے دیتے۔ مرغوب صاحب ہماری تہذیبی بے اعتدالیوں، ہیئت مقتدرہ کی بے اعتنائیوں اور رویّوں کی سنگ دلانہ بے مہریوں کو نہایت شستہ انداز میں شعری پیرایہ عطا کرتے ہیں"۔(5)

دیگر اساتذہ فن کی طرح میاں مرغوب نے بھی چھوٹی اور بڑی دونوں طرح کی بحور کو اپنی شاعری میں استعمال کیا ہے۔ ان کا شعری اسلوب و آہنگ اس قدر عمدہ ہے کہ ہر شعر خالق کی کاملیتِ فن کا بھرپور احساس دلاتا ہے۔ طویل بحور کی نسبت مختصر بحور اور سہل ممتنع کا انداز عموماً دشوار خیال کیا جاتا ہے مگر انہیں چھوٹی بحروں پر کمال دسترس حاصل تھی اور مختصر سے مختصر مصرعوں میں مکمل مضمون کو نہایت چابک دستی سے سموتے چلے جاتے تھے اور مصرعے بھی ایسے کہ زبان و بیان اور محاورے و تراکیب سے سجے سنورے نظر آتے ہیں جس کی مثالیں ان کی شاعری میں جابجا ملتی ہیں:

ذرا سی بات
پر گھبرا گیا ہے
اسے دانتوں
پسینہ آ گیا ہے
سویرے
بھول کر رستہ وہ اپنا
سنا ہے شام کو گھر آ گیا ہے۔
(6)

ایک اور جگہ پر وہ سہیلِ ممتنع سے کام لیتے ہوئے چھنکتا ہوا قافیہ استعمال کر کے چھوٹی بحر میں ہندی الفاظ کا بے ساختہ استعمال کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

چاہے کتنا
جھٹکے ہو

من ساجن میں اٹکے ہو
من بھائے جو پیتم کے
چھم
چھم کر کے
مٹکے ہو
با
ت نہ مانے
گر مرغوب
سورج
الٹا لٹکے ہو
۔(7)

اردو شاعری کی روایت کا اگر بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو ابتدا سے موجودہ عہد تک تقریباً تمام چھوٹے بڑے شعرانے تعلی کا استعمال کیا ہے۔ شاعرانہ تعلی کا استعمال کہیں خوبی تو کہیں خامی سمجھا جاتا ہے۔ اگر شاعر کا کلام واقعتاً فنی و فکری پختگی اور گھلاوٹ و شیرینی اور موسیقیت و غنائیت کے ساتھ ساتھ معتدل اور متوازن صورت میں سامنے آئے تو تعلی خوبی بن کر سامنے آتی ہے وگرنہ اسے خامی گردانا جاتا ہے۔ میاں مرغوب بھی اللہ کی اس تفویض کردہ عطا پر مسرور ہیں اور اس کا اظہار یوں کرتے ہیں:

مشاطگی ہے شعر کے
گیسو سنوارنا
بخشا گیا ہے مجھ کو یہ
اعزاز کیا کہوں۔(8)

ایک جگہ اپنے افکار میں موجود تازگی اور فصاحت کا ذکر تعلی کے انداز میں کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

موجزن ہے تازگی افکار میں

حرف و معنی میں فصاحت کی طرح۔(9)

اردو کلاسیکی شاعری کی روایت میں داخلی عوامل و عناصر کا استعمال دبستان دلی کی عنایت ہے، دیگر شعرا نے بھی دامنِ شعر کو اس خوبی سے مالا مال کیا ہے۔ عموماً انسانی جذبات و احساسات، پیار و محبت اور عشق تو ایسے موضوعات ہیں جن پر اکثر و بیشتر شعرانے قلم اٹھایا ہے۔ ایسے ہی روایتی موضوع کی جھلکیاں میاں مرغوب کے کلام

میں بھی جابجا بکھری نظر آتی ہیں ؛جن میں من کی بے قراریوں کا احساس بھی ہے اور حوادثِ زمانہ کا تذکرہ بھی۔
استفہامیہ انداز لیے ہوئے مثال ملاحظہ فرمائیں:

رہی شب بھر جو مجھ کو بے
قراری، کیا تعجب ہے
اگر کرتا رہا اختر شماری، کیا تعجب ہے
تفاخر، جرمِ استبداد پر اب عام ہے اتنا
مٹا جاتا ہے خوفِ شرم ساری، کیا تعجب ہے۔(10)

صنائع بدائع کا استعمال نہ صرف شعر کے ظاہری حسن کو سنوارتا ہے بلکہ شعر کے باطن کو بھی گہرائی عطا کرتا ہے۔ میاں مرغوب کے کلام میں بھی صنائع بدائع کا استعمال متعدد جگہوں پر ہوا ہے خاص کر صنعتِ تضمین، صنعتِ تضاد، صنعتِ تکرار اور صنعتِ تلمیح کے نمونے ان کی شاعری میں دیکھے جاسکتے ہیں:

ہاں آج بھی ممکن ہے اس عہدِ جہالت
میں
اک ضربِ کلیمی سے فرعون کا ڈر جانا۔(11)

یہی انسان ہیں جو کبر کے جھوٹے خداؤں
کو
کبھی نمرود کہتے ہیں کبھی شدّاد کرتے ہیں
۔(12)

یدِ بیضا سے خیرہ ہو گئیں فرعون کی
آنکھیں
کمالِ ضربِ کاری بھی عصائے موسوی
تک ہے۔(13)

صداقت جان نثاروں کی کہیں مرغوب
چھپتی ہے
چھلک پڑتی ہے جوئے شیر سے فرہاد کی
صورت۔(14)

تلمیحات کے علاوہ صنعتِ تضاد اور صنعتِ تکرار کے نمونے بھی ان کی شاعری کے حسن کو بڑھاتے ہیں اور فنِ شعر کے حوالے سے ان کی مشاقی پر دال ہیں۔ صنعتِ تضاد کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

ہم جس سے کر رہے ہیں
توقع بہار کی
عہدِ خزاں کی موج میں زیرِ عتاب ہے
(15)۔

جو تم نے خواب دیکھا ہے
مجھے افسانہ لگتا ہے
جسے تم شہر کہتے ہو، مجھے ویرانہ لگتا ہے۔
(16)

ایک جگہ پر صنعتِ تکرار کا استعمال دیکھیے جس میں تکرار کے علاوہ معرفت، عرفان، سہلِ ممتنع کا استعمال بھی عمدگی سے کیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں:

پھیلی وحدت کی خوشبو
اللہ اللہ اللہ ہو
پتا پتا کلی کلی
جانا بُوجھا رنگ و بو
خوبی دیکھی عارف میں
جلوت ،خلوت ،حکمت جُو۔
(17)

میاں محمد مرغوب کی شاعری کے بارے میں پروفیسر میاں عزیز قریشی ایک غیر مطبوعہ خط میں لکھتے ہیں:

"یہ شعر تھوڑی ہیں اہلِ نقد و نظر کے روایتی اسلوب کے مطابق یہ سلکِ مروارید ہیں، عقد ثریا و پروین ہیں مگر میں اپنے سادہ الفاظ میں ان کو سادگی و پرکاری، خوبی و خوب صورتی کی وہ دل کش و دلنواز موزوں سطریں کہوں گا جن میں شاعر کا حسنِ تخیل، حسنِ تغزل اور حسنِ تاثیر محبت کی چاندنی بن کر دل و نگاہ کو آسودگی بخش رہا ہے۔ شعری مجموعہ ستارے ٹانکتے رہنا کی چھوٹی بحروں کی غزلیں بھی دلوں کو کھینچتی ہیں یہ غزلیں ہیں کہ برق پارے سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال یہ بکھرے موتی ہیں"۔(18)

میاں محمد مرغوب نے الطاف حسین حالی، اکبر الہ آبادی اور علامہ اقبال جیسے معتبر اور اکابر شعرا کا دقتِ نظر سے مطالعہ کیا؛ اسی لیے مذکورہ شعرا کی فنی و فکری چھاپ ان کے کلام میں دیکھی جا سکتی ہے۔ تلازماتِ شعری اور لوازماتِ فن کا بھرپور احساس ان کے کلام میں جابجا نظر آتا ہے۔ وہ وضع دار، مرصع ساز اور فنی و فکری پختگی کے حوالے سے ایک منفرد شاعر کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ میاں مرغوب کو تضمین کا فن بڑا مرغوب رہا ہے۔ ان کا عمومی انداز یہ ہے کہ کسی بھی معتبر شاعر کا ایک آدھ شعر منتخب کر کے اس پر اپنی نظم یا غزل کی بنیاد رکھ دیتے ہیں۔

اصطلاحِ شعر میں کسی دوسرے شاعر کے شعر کو اپنے کلام میں داخل کرنا تضمین کہلاتا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں لیکن عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ شاعر اپنے کلام میں کسی اور شاعر کا ایک آدھ ہم قافیہ مصرع یا شعر جو اسی بحر میں ہوتا ہے واوین کی علامت لگا کر شامل کر لیتا ہے اس طرح تضمین کے استعمال سے شاعر کا کلام مزید معتبر و موقر ہو جاتا ہے۔ صنعتِ تضمین کا استعمال غالؔب، اکبر الہ آبادی، سید محمد جعفری، سید ضمیر جعفری، انور مسعود اور گلزار بخاری جیسے معتبر شعرا کی طرح میاں محمد مرغوب کے کلام میں بھی جگہ جگہ نظر آتا ہے۔

مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

ضمیرِ آدمی میں خامکاری ہے گناہوں کی
"مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی"۔(19)

ایک اور جگہ پر میاں مرغوب نے غالؔب کے ایک اور شعر کا مصرعِ ثانی بطور تضمین اپنے کلام میں شامل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

روحِ بشر نے بزمِ مشیت میں یہ کہا
"لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں"۔(20)

ایک دوسری جگہ پر ڈاکٹر خورشید رضوی کے ایک شعر کے دوسرے مصرعے کو میاں مرغوب نے بطور تضمین اپنے کلام میں برتا ہے۔ کہتے ہیں:

حدودِ عالمِ امکاں سے بڑھ کر
"خدا جانے کہاں بیٹھے ہوئے ہیں"۔(21)

مختلف زبانوں کے الفاظ کا استعمال میاں مرغوب کے کلام میں جابجا نظر آتا ہے جن میں اُردو، پنجابی، ہندی، فارسی، عربی اور انگریزی کے الفاظ شامل ہیں۔ متعدد فارسی اور عربی کی تراکیب کے علاوہ انگریزی الفاظ کا بے ساختہ استعمال ان کے کلام میں دیکھنے کو بکثرت ملتا ہے۔ مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

ایسا نہیں کہ آپ سے برتر نہیں ہوں میں
کہتا ہوں سچ کہ ٹاپ کا افسر نہیں ہوں میں۔(22)

ایک اور جگہ پر مکینک اور پلمبر جیسے انگریزی الفاظ کا استعمال کس بے ساختگی سے ہوا ہے۔ لکھتے ہیں:

توقع پر کبھی مرغوب میں پورا نہیں اترا
مکینک بھی اناڑی ہوں، پلمبر ہو نہیں سکتا۔(23)

جب سماج کا مزاج بگڑ جائے تو طنزومزاح سے کام لیتے ہوئے ادبا اپنے اپنے انداز سے اپنے ارد گرد پھیلے ہوئے مسائل کو اس طرح اپنے اشعار کا حصہ بناتے ہیں کہ معاشرے کی ناہمواریاں اور کوتاہیاں سامنے آجائیں تاکہ ان کا سدِباب کیا جاسکے۔ میاں محمد مرغوب کے کلام میں بھی طنزومزاح کی جھلکیاں دیکھی جاسکتی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ پر وہ آخرت اور روزِ جزا سے لاپروائی برتنے والے جہانِ خراب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ٹیڑھی ہر ایک کل ہے جہانِ خراب کی

پروا کسے ہے ساعتِ روزِ حساب کی۔(24)

ایک دوسری جگہ پر وہ اسلامی اقدار وروایات سے انحراف برتنے والے نام نہاد جدت پسندوں پر گہرا طنز کرتے ہوئے ان کی مادر پدر آزادی کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

غائب نہیں ہے مرد کی دستار ہی فقط

خاتون کے بھی سر سے دوپٹا اتر گیا۔(25)

اکثر و بیشتر شعرا فنی حوالوں سے اپنے کلام کو خوب صورت اور عمدہ بنانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں،؛اسی طرح میاں مرغوب نے بھی اپنے کلام کو فنی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی بہترین سعی کی ہے۔ ان کے کلام میں تشبیہ و استعارہ، صنائع بدائع کا استعمال، محاورات اور ضرب الامثال کا استعمال کثرت سے ملتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ پر جادو سر چڑھ کر بولنا کا استعمال دیکھیے کہ کس عمدگی اور بے ساختگی سے ہوا ہے۔ لکھتے ہیں:

خوبیِ تحریر کا جادو بھی سر چڑھ کر رہا

ساحرانِ خوش ادا کی توعبارت پر نہ جا۔(26)

میاں محمد مرغوب کی شاعری روایتی اسلوب میں گندھی اور تہذیبی وقار کی حامل دکھائی دیتی ہے۔ ان کا شعری شعور اور اسلوب و آہنگ اس قدر عمدہ ہے کہ ان کے اکثر اشعار کاملیتِ فن کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ متنوع موضوعات ان کے کلام میں جگہ جگہ بکھرے نظر آتے ہیں۔ عظمتِ خیال اور شدتِ جذبات ان کے کلام کا خاصا ہیں۔ ان کی شاعری میں کہیں کہیں شعوری کاوش بھی دکھائی دیتی ہے لیکن مجموعی طور پر بے ساختگی ہی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ ان کے کلام میں موجود فنی و فکری پختگی ان کے پختہ شعری شعور پر دال ہے۔

حوالہ جات

1۔ مرغوب، میاں محمد، ستارے ٹانکتے رہنا، ڈیکوراپرنٹرز ساہیوال، مئی2014ء، ص:38

2۔ عطاءالرحمان، قاضی، مضمون ستارے ٹانکتے رہنا۔ایک جائزہ، مشمولہ ستارے ٹانکتے رہنا از میاں محمد مرغوب، ڈیکوراپرنٹرز ساہیوال، مئی2014، ص:26

3۔ ایضاً،ص:177

4۔ مرغوب، میاں محمد، ستارے ٹانکتے رہنا،ڈیکوراپرنٹرز ساہیوال، مئی2014ء،ص:119

5۔ ریاض حسین زیدی، مضمون میاں محمد مرغوب کا حسنِ تغزل مشمولہ ایضاً،ص:16

6۔ ایضاً،ص:68

7۔ ایضاً،ص:83،82

8۔ ایضاً،ص:97

9۔ مرغوب، میاں محمد، ستارے ٹانکتے رہنا،ڈیکوراپرنٹرز ساہیوال، مئی2014ء،ص:169

10۔ ریاض حسین زیدی، مضمون میاں محمد مرغوب کا حسنِ تغزل مشمولہ ایضاً،ص:133،134

11۔ ایضاً،ص:41

12۔ ایضاً،ص:73

13۔ ایضاً،ص:78

14۔ ایضاً،ص:144

15۔ ایضاً،ص:60

16۔ ایضاً،ص:64

17۔ ایضاً،ص:85،84

18۔ پروفیسر میاں عزیز قریشی(رحمٰن پورہ،لاہور) کی طرف سے میاں محمد مرغوب کے صاحبزادے میاں عارف ستار کو مورخہ 31مارچ2015ء کو لکھے گئے خط سے ایک اقتباس۔

19۔ مرغوب، میاں محمد، ستارے ٹانکتے رہنا،ڈیکوراپرنٹرز ساہیوال، مئی2014ء،ص:47

20۔ ایضاً،ص:63

21۔ ایضاً،ص:111

22۔ مرغوب، میاں محمد، ستارے ٹانکتے رہنا،ڈیکوراپرنٹرز،ساہیوال، مئی2014،ص:62

23۔ ایضاًص:194

24۔ ایضاً،ص:106

25۔ ایضاً،ص:108

26۔ ایضاًص:192